www.emarsiya.com

مرثیہ ۳

شہیدِ عطش

برسی نہیں نغموں کی گھٹائیں کئی دن سے

(در حال علی اصغرؑ ابن الحسینؑ)

سید محمد حسنین معصوم علی عابدی

Scanned with CamScanner

www.emarsiya.com

برسی نہیں نغموں کی گھٹائیں کئی دن سے　　سنکی نہیں مدھ ماتی ہوائیں کئی دن سے
لب بستہ ہیں جینے کی دعائیں کئی دن سے　　ناکردہ ہیں معصوم خطائیں کئی دن سے
وہ حبس ہے، آواز کا دم ٹوٹ رہا ہے
ہر گیت کا، ہر ساز کا دم ٹوٹ رہا ہے

اے خالقِ الفاظ، مسیحائے معانی　　اے صانعِ لوح و قلم و سحر بیانی
اے صاحبِ کن سازِ سکوتِ ہمہ دانی　　اے نغمۂ گل، صوتِ لبِ غنچہ دہانی
زاغ و زغن و بوم نوا سنج ہیں کب سے
لب بستہ ہیں مرغانِ خوش الحان ادب سے

تو نے ہی زباں بخشی ہے پتھر کے دہن میں　　کانٹوں کو کیا محتسبِ غنچہ چمن میں
بو جہل کیے پیدا رسولوں کے وطن میں　　پھر حکم دیا صبر کا ہر رنج و محن میں
جس سینے کو عرفان کے بخشے ہیں سمندر
اس سینے پہ رکھوا دیے خاموشی کے پتھر

مدت ہوئی معنی نے نہ کی چہرہ نمائی　　الفاظ لیے پھرتے ہیں کشکولِ گدائی
تخئیل نے پرواز کی مہلت نہیں پائی　　بے رنگ ہیں نظریں کہ دھنک ہاتھ نہ آئی
کیا شعر و ادب، گردِ لطافت نہیں ملتی
یوں زندہ ہیں جینے کی اجازت نہیں ملتی

یہ عہدِ پُر آشوب کہ ہم کو جو ملا ہے　　اس بانیِ بیداد کا انداز نیا ہے
دن نکلے تو معلوم ہو دل ڈوب رہا ہے　　شام آئے تو بجھتا ہوا مرقد کا دیا ہے
ہر ایک نفس عمرِ عذابِ دو جہاں ہے
دھڑکن بھی مزاجِ دلِ نازک پہ گراں ہے

Scanned with CamScanner

www.emarsiya.com

ہے قافلۂ وقتِ رواں سیلِ فنا کا — اڑتے ہوئے لمحات کا رکتا نہیں دریا
امید کا ہر لمحہ ہے اک خوابِ رمیدہ — ڈھونڈو تو نشانِ کفِ پا بھی نہیں ملتا
اس راہ میں ہر موڑ کمیں گاہِ اجل ہے
جو ہاتھ ہے مجروح ہے، جو پاؤں ہے شل ہے

اِک سمت یہ پروازِ ترقی ہے بشر کی — ہے قبضۂ قدرت میں عناں شمس و قمر کی
افلاک میں ہے دھوم زمیں زاد نظر کی — منّت نہیں درکار دعاؤں کو اثر کی
ہر عقدۂ تقدیرِ جہاں کھلنے لگا ہے
خورشید بھی ہم وزنِ خزف تُلنے لگا ہے

اور دوسری جانب ہیں غمِ زیست کے سائے — اندیشۂ جاں سے نہ یہاں نیند بھی آئے
اس آگ کے طوفاں میں کوئی چین نہ پائے — آنکھوں کے لیے خواب بھی اپنے ہیں پرائے
ذرّے کا بھی دل ٹوٹے تو ہل جاتی ہے دنیا
پرساں نہیں کوئی دلِ انساں کی تڑپ کا

انسان ہے انسان کی صحبت سے گریزاں — نے پاسِ مروّت ہے، نہ ہے عشق پہ ایماں
اخلاص کے پھولوں سے بھی خوشبو ہے پریشاں — ہر نقش تعلق کا ہے خود آپ سے نالاں
اسرارِ زماں اور مکاں کے تو ہیں روشن
کھلتا نہیں کون اپنا ہے اور کون ہے دشمن

دل محض ہے اک آلۂ خوں فیضِ مشیں سے — دنیا سے تعلق، نہ علاقہ کوئی دیں سے
ہے علم کا سینہ بھی تہی سوزِ یقیں سے — احساس کا رشتہ ہے زماں سے نہ زمیں سے
ہیں جسم کہ مرغولے بھٹکتے ہیں ہوا میں
ہیں ذہن کہ شعلے سے بھڑکتے ہیں خلا میں

ہے شعبۂ مکر فنِ اہلِ سیاست — بک جاتی ہے، لُٹ جاتی ہے افکار کی عصمت
ممنوع ہے، معتوب ہے ذہنوں کی دیانت — ممدوح ہے، مرغوب ہے ایماں کی تجارت
یہ طرفہ ستم وقت نے ایجاد کیا ہے
ویران ہیں گھر، روضوں کو آباد کیا ہے

Scanned with CamScanner

www.emarsiya.com

گر کوئی کرے عظمتِ انساں کا سبق یاد　　آوارہ وطن ہوتا ہے وہ خانماں برباد
ہے فکرِ معاش اُس کے لیے روز کی بیداد　　آئین فقیہانِ ہوس کرتا ہے ارشاد
تقدیسِ محبّت کا بھی ذکر آنے نہ پائے
یہ شمع تہہِ دامنِ فکر آنے نہ پائے

بیدار نگاہوں پہ ہے نظّاروں کی قدغن　　حسّاس دلوں کے لیے ہر بات ہے الجھن
تابندہ دماغوں میں ہیں افکار کے مدفن　　فرخندہ جبینوں کا ہر اک سنگ ہے دشمن
اے بے ہنری! پاؤں اماں جاں کی تو بولوں
میزانِ مژہ پر غمِ کونین کو تولوں

بازارِ زر و سیم میں کھولی ہے وہ دکاں　　جس جنس کی قیمت نہیں جز نالۂ حیراں
در در پہ گیا لے کے میں شمعِ دلِ سوزاں　　ہے کون خریدارِ دُرِ اشکِ غریباں
جو آنکھ بھی چھلکے، وہ مرا دیدۂ تر ہے
جو قلب ہو صد چاک، مرا لختِ جگر ہے

اس طور سے مضمونِ سخن جمع کیا ہے　　ہر دامنِ گل بن کے صبا میں نے سیا ہے
شبنم میں تھا جو زہر، کرن بن کے پیا ہے　　ہر ایک صدف کو دُرِ نایاب دیا ہے
تب فن نے بھی یوں میری مسیحائی ہے مانی
گر لفظ کو چھو لوں تو پکار اُٹھیں معانی

اک عمر میں عقدہ یہ کھلا طبعِ رواں پر　　سودائے سخن کی ہے بنا صرف زیاں پر
نغمہ جو کوئی چھیڑیں تو بن جاتی ہے جاں پر　　دانش کے گہر رولیں تو بندش ہے زباں پر
پتھر سے جو سر پھوڑیں تو نغمات کا خوں ہو
سورج سے اگر رشتہ ہے، ذرّات کا خوں ہو

اک عمر سے ہوں موردِ بیداریِ جاں کاہ　　جھپکی بھی ہو گر آنکھ تو شاہد ہے خود اللہ
اس دشتِ سیہ بخت میں سایہ نہ کہیں چاہ　　بچھڑے ہوئے خوابوں کو جو ڈھونڈوں تو نہیں راہ
بے مونسِ غم شامِ بلا کاٹ رہا ہوں
تنہائی کی سفّاک سزا کاٹ رہا ہوں

Scanned with CamScanner

www.emarsiya.com

جو خواب بھی دیکھا، وہ پریشاں نظر آیا — اپنا جسے سمجھا، وہ گریزاں نظر آیا
جس باغ کو سینچا، وہی ویراں نظر آیا — پوچھا جسے وہ چاک گریباں نظر آیا
جو ہے ستمِ دہر سے فریاد بہ لب ہے
کلیوں سے سبب چپ کا جو پوچھیں تو غضب ہے

شمعِ سرِ رہ بن کے میں صدیوں سے ہوں بیدار — انداز سے ہر موجِ ہوا کے ہوں خبردار
ان آنکھوں نے دیکھی ہے زمانے کی بھی رفتار — محفوظ تصوّر میں ہیں ہر عہد کے آثار
آدم ہوں، سفر میرا ازل تا بہ ابد ہے
عیسیٰ ہوں، مرا گھر ہے، پتہ ہے نہ لحد ہے

تاریخ کے ہر صفحے پہ ٹوٹا ہے نیا قہر — بن باس ملے رام کو، گوتم کو غمِ دہر
عیسیٰ تو چڑھے دار پہ، سقراط پیے زہر — پیاسا پسرِ ساقیِ کوثر ہو لبِ نہر
مہتابِ شبِ چار دہم چاندنی مانگے
چوکھٹ پہ اندھیروں کی سحر روشنی مانگے

خسرو کا محل دولتِ شیریں سے غنی ہو — فرہاد کے تیشے کو غمِ خودشکنی ہو
جو شخص سرافراز ہے گردن زدنی ہو — بوئے گلِ تر وقفِ غریب الوطنی ہو
کانٹے تو لہو پی کے ہوں سیراب و سرافراز
شاہینِ فلک سیر ہو صیدِ غمِ پرواز

ہر عہد میں بوجہل رہے صاحبِ دولت — پائی ہے تہی ذہنوں نے وسعت پہ حکومت
اندھوں ہی کو مانا گیا اربابِ بصیرت — کم ظرفوں سے منسوب ہے حاتم کی سخاوت
کیوں اس کو ستم گاریِ دنیا نہ کہیں ہم
جلّادوں کے آگے ہیں نبیّوں کے بھی سر خم

جو بھی سگِ دنیا کی پرستش نہیں کرتا — گھر اس کا زر و مال سے ہرگز نہیں بھرتا
جو حق کے لیے قیدِ ستم سے نہیں ڈرتا — ہر سانس پہ جینے کے لیے ہے وہی مرتا
کٹ جاتی ہیں اظہارِ صداقت میں زبانیں
دب جاتی ہیں بے معنی صداؤں میں اذانیں

Scanned with CamScanner

www.emarsiya.com

کس منہ سے کہیں ہم کہ غلط بخش ہے فطرت — کافی ہے ہمارے لیے افکار کی دولت
ہے روشنیِ ذہن ہی شاعر کی وراثت — ہیں کون و مکاں اپنے اگر دل میں ہے وسعت
بادہ طلبی شوق کی دریوزہ گری ہے
صد شکر کہ تقدیر ہی یاں تشنہ لبی ہے

ہر دور میں ہم لوگ رہے غم کے نگہباں — دل تنگ نہ کر پائی ہمیں تنگیِ دوراں
ہمّت ہی سے آباد رہا عرصۂ امکاں — ہیں دل زدگاں آبروئے عصمتِ جاناں
نقشِ قدم اپنے ہیں بیابانوں میں روشن
خونِ رگِ مظلوم ہے ایوانوں میں روشن

ہر چند نہ کر پایا ہمیں کوئی نگوں سار — لیکن ہیں ابھی راہ میں حائل کئی کہسار
طوفانوں سے لڑنا ہے برائے دُرِ شہوار — دے دیں نہ رہِ حق میں تو سر تن پہ گراں بار
انصاف سے معمور زمیں گر نہیں ہوگی
تسخیرِ دو عالم کی مہم سر نہیں ہوگی

لازم ہے کہ اس دور کے فرعونوں سے ٹکرائیں — واجب ہے کہ نمرودوں کے دوزخ سے گزر جائیں
مل جائے جو شدّادوں کی جنّت بھی تو ٹھکرائیں — تخریب کو تعمیر کے آداب بھی سکھلائیں
ہر رنگ میں موجود یزیدانِ زماں ہیں
دنیا متلاشی ہے کہ شبیرؑ کہاں ہیں

آوارگیِ کوچۂ جاناں اِدھر آنا — آشفتگیِ چشمِ نگاراں اِدھر آنا
وارفتگیِ دشتِ غزالاں اِدھر آنا — تابندگیِ دیدۂ گریاں اِدھر آنا
گنجینۂ صاحب نظراں تم کو دکھائیں
تدبیرِ علاجِ غمِ جاں تم کو سکھائیں

اک مشہدِ خونیں جگراں دور سے دیکھو — اک دولتِ بیدار و جواں دور سے دیکھو
اک گنجِ شہیداں ہے عیاں دور سے دیکھو — اک شامِ غریباں کا دھواں دور سے دیکھو
اس دشت میں ہر غم کے لیے خاکِ شفا ہے
ہر ذرّے پہ اک سجدۂ اربابِ وفا ہے

Scanned with CamScanner

www.emarsiya.com

مرہم کی ہے گر فکر تو زخمی اِدھر آئیں　　چاہیں جو مداوائے الم چارہ گر آئیں
کشکول لیے اشکوں کے چشمانِ تر آئیں　　حسرت ہے تجلّی کی تو صاحب نظر آئیں
موسیٰ کو ملا ہے یدِ بیضا اسی در سے
اعجاز اثر ہے دمِ عیسیٰ اسی در سے

افسردہ ہو جو شورشِ دنیائے دنیٰ سے　　دل تنگ ہو جو نیزۂ غربت کی انی سے
پامال ہو جو گردِ غریب الوطنی سے　　نالاں ہو جو آلام کی ناوک فگنی سے
ہم اُس کو دکھائیں کہ ستم سہتے ہیں ایسے
مر کر بھی رہِ حق میں امر رہتے ہیں ایسے

اس دشت کو بھولا ہے، نہ بھولے گا وہ منظر　　جب اُترے تھے اربابِ شہادت یہاں آکر
کچھ طفل تھے، کچھ عورتیں اور مرد بہتّر　　نرغے کے لیے جمع ہوئے لاکھوں کے لشکر
ان لاکھوں کے نام آج نہیں یاد کسی کو
کرتا ہے ہر اِک یاد حسینؑ ابنِ علیؑ کو

وہ لشکرِ اشرار ہے گم سیلِ فنا میں　　اب خاک بھی اس کی نہیں دامانِ ہوا میں
آوازِ ستم کی نہیں لہریں بھی فضا میں　　شمشیر و سناں غرق ہیں دریائے جفا میں
آوازۂ حق پھر بھی جہاں گیر ہے اب تک
ہر سینے میں روشن غمِ شبیرؑ ہے اب تک

اس دشت میں گونجی ہوئی اب تک وہ صدا ہے　　جو مرہمِ دل سوزیِ اربابِ وفا ہے
جو چارۂ بے چارگیِ دست دُعا ہے　　جو گوہرِ دامانِ سماعت کی ضیا ہے
دیکھے تو کوئی وسعتِ آوازِ صداقت
ہر دور کو سکھلا گئی اندازِ صداقت

آزادیِ افکار مے قند نہیں ہے　　جو لب ہے حق آگاہ، وہ خورسند نہیں ہے
سن لے کوئی اُمید یہ ہر چند نہیں ہے　　پھر بھی تو زبانِ شہدا بند نہیں ہے
کٹ جائے زبان ہر بُنِ مو بول رہا ہے
سر تن سے جدا ہیں تو لہو بول رہا ہے

Scanned with CamScanner

www.emarsiya.com

اس دشت میں وہ قافلہ اترا تھا بہ مشکل — جس کو نہ اماں بیتِ اماں میں ہوئی حاصل
جس کے نہ قدم روک سکی کوئی بھی منزل — تھا دشتِ بلا لیلیِ مقصود کی محمل
اترے جو یہاں عرشِ منوّر ہی پہ اترے
یاں سے جب اُٹھے چشمۂ کوثر ہی پہ اترے

اس قافلۂ امن کا انداز نیا تھا — اس لشکرِ بے تیغ کا آئین وفا تھا
اس فوج کا سالار امامِ شہدا تھا — اس کعبۂ ایماں میں ہر اک قبلہ نما تھا
ما تھا جہاں ٹیکا وہیں کعبہ سمٹ آیا
وہ شانِ عبادت تھی کہ سورج پلٹ آیا

کتنے ہی علم دیکھ چکی ایسے بھی دنیا — اقلیموں پہ تھا سایہ فگن جن کا پھریرا
تھا جن کا نشاں اوج میں ہم دوشِ ثریّا — کھل جائیں پھریرے تو ہو دن میں بھی اندھیرا
حرکت میں جو آئیں تو چلے موت جلو میں
بہہ جاتے تھے تنکوں کی طرح ملک بھی رو میں

لیکن وہ علم وقت کے ہاتھوں میں نگوں سر — چنگیز و ہلاکو ہو کہ ہوں سیزر و ہٹلر
تاریخ کی میزان میں تُلتے ہیں برابر — ہر لمحہ حساب اپنا طلب کرتا ہے آ کر
ہر قطرۂ خوں اٹھ کے پکڑ لیتا ہے ان کو
خود اپنا ہر اک ظلم جکڑ لیتا ہے ان کو

فوجوں کے سمندر میں ہیں کچھ ایسے نشاں بھی — جو روحِ لطافت بھی ہیں اور کوہِ گراں بھی
جو دست بہ شمشیر بھی ہیں جائے اماں بھی — جن کے لیے رک جاتا ہے خود سیلِ زماں بھی
بڑھ کر جنہیں سینے سے لگا لیتی ہے تاریخ
یہ ہیں وہ علم، جن کو اٹھا لیتی ہے تاریخ

شبیرؑ کے لشکر کا علم بھی ہے نرالا — خورشید بھی اک ذرّہ ہے، اس کا ہے وہ ہالا
ظلمات سے کونین کو اس نے ہی نکالا — گرتے ہوئے انسانوں کو اس نے ہی سنبھالا
یہ بارِ امانت جو اُٹھا لے وہ علم دار
یہ رایتِ حق جو بھی سنبھالے وہ علم دار

Scanned with CamScanner

www.emarsiya.com

یہ رایتِ حق عظمتِ انساں کا ستارا　　قرآنِ صداقت کا ہے یہ آخری پارا
کمزوروں کی آواز غریبوں کا سہارا　　ظالم کے لیے موت کا رقصندہ شرارا
جذب اس میں رسالت کی امامت کی نگاہیں
جھک جاتی ہیں اربابِ حکومت کی نگاہیں

آغاز کیا مقصدِ بعثت کو اسی نے　　تکمیل کیا کارِ نبوّت کو اسی نے
پورا کیا انسان پہ نعمت کو اسی نے　　پھیلایا ہے پیغامِ شہادت کو اسی نے
حامل ہے جو اس کا، وہ رسالت کا امیں ہے
عصمت کا نگہباں ہے، امامت کا امیں ہے

اس قافلۂ امن کے افرادِ دلاور　　کس شان سے آئے تھے ہتھیلی پہ لیے سر
ہاتھوں میں نہ تیر و تبر و تیغ نہ خنجر　　حق دل میں تھا، پیغامِ محبت تھا زباں پر
تلوار بھی تھا، کلمۂ حق ان کی سپر بھی
منزل بھی تھا حق ان کے لیے، راہ گزر بھی

دریا کے کنارے پہ جو خیمے ہوئے برپا　　معلوم ہوا عرش زمیں پر اُتر آیا
اک قطعۂ فردوسِ بریں بن گیا صحرا　　بڑھ بڑھ کے قدم لیتا تھا امڈا ہوا دریا
دل سیر تھے ایسے کہ ترائی کو بھی چھوڑا
کیا سلطنتِ شام، خدائی کو بھی چھوڑا

دشمن کو بھی دکھلایا کہ ہیں ساقیِ کوثر　　غیروں نے بھی دیکھا کہ ہیں یہ شافعِ محشر
جنگجویوں نے بھی مانا کہ ہیں امن کے پیکر　　سجدہ کیا شکرانے کا آ کر تہہِ خنجر
قاتل نے بھی اظہارِ عقیدت کا کیا ہے
تلواروں میں بھی درسِ محبّت کا دیا ہے

وہ دشت، وہ موسم کی تمازت، وہ ہوا گرم　　اک آتشِ سیّال سے تھے ارض و سما گرم
تھی ریگِ تپاں صورتِ میدانِ قضا گرم　　خیمے تھے حبابوں کے بھی سورج سے سوا گرم
تھا شعلوں کے دامن میں رسولوں کا سفینہ
یا آگ کے طوفاں میں تھا پھولوں کا سفینہ

Scanned with CamScanner

www.emarsiya.com

اصحابِ حسینی میں ہر اک سرو سمن تھا — تھا شیرِ وغا، بزم میں جو غنچہ دہن تھا
رم کرتا تھا باطل سے جو آہوئے ختن تھا — نرمی میں صبا، جوش میں کہسار شکن تھا
ہر اک تھا شہنشاہ غریب الوطنی میں
کوثر کو بھی دیکھا نہیں تشنہ دہنی میں

دکھلا دیا کونین کو کرتے ہیں وفا یوں — کرتے ہیں حقِ زیست جواں مرد ادا یوں
اڑ جاتے ہیں حق بات پہ مردانِ وغا یوں — عزت کے لئے دیتے ہیں جاں نامِ خدا یوں
کم جمع ہوئے ہوں گے کہیں ایسے مجاہد
خود جن کی شرافت پہ شرافت بھی ہو شاہد

یہ لوگ ہی انسان کی عظمت کے امیں تھے — یہ پیکرِ انوار محبت کے امیں تھے
یہ صادق الاقوال صداقت کے امیں تھے — یہ غازیِ کردار امامت کے امیں تھے
جب تک رہے شبیرؑ پہ آنچ آنے نہ پائی
انسان کی توقیر پہ آنچ آنے نہ پائی

یہ لوگ تھے پروانۂ شمعِ دلِ ایماں — یہ لوگ تھے خورشید بکف، صبحِ درخشاں
یہ لوگ تھے پیغمبرِ اخلاص کے قرآں — یہ لوگ تھے آیندہ زمانوں کے نگہباں
ہم آج جو ہر ظلم سے ہوتے ہیں صف آرا
یہ بھی ہے انہی لوگوں کا در پردہ اشارا

ان لوگوں نے قاتل سے بھی کی مٹ کے بھلائی — ان لوگوں نے خود ہار کے جیتی ہے لڑائی
قیمت گہرِ جاں کی جو ظالم سے نہ پائی — لی مول حیاتِ ابدی دے کے خدائی
برجِ فلکِ زیست کا مہتاب ہے ہر ایک
شہرِ ابدیت کا نیا باب ہے ہر ایک

یہ لوگ خداوندِ خدایانِ جہاں تھے — میدانِ شجاعت میں ہمالہ سے گراں تھے
تاریکیِ نفرت کے لیے برق بہ جاں تھے — انسانوں کا ہو قحط تو یہ آبِ رواں تھے
خود چشمۂ حیواں سے تو اک بوند نہ پائی
ہر خارِ رہِ غم کی مگر پیاس بجھائی

Scanned with CamScanner

www.emarsiya.com

پیری تھی ضعیفوں کی ارادے کی جوانی　　بچوں کے لیے شہد تھا تلوار کا پانی
سیلاب تھی پیاسوں کی طبیعت کی روانی　　سلطانوں کی شرط ان کے غلاموں نے نہ مانی
بک جائیں کئی یوسفِ کنعاں وہ جواں تھے
پابوسی کریں قیصر و خاقاں، وہ جواں تھے

اِن پھولوں کے داغ ابنِ محمدؐ نے اٹھائے　　یہ لعل و گہر بندگیِ حق میں لٹائے
وہ صابر و شاکر کہ گلہ لب پہ نہ لائے　　خوں ہو کے بہا دل، مگر آنسو نہ بہائے
ہوتے جو محمدؐ انھیں قرآن سمجھتے
ہر پیاسے کو اللہ کا احسان سمجھتے

اصحاب سدھارے تو اعزا کی تھی باری　　مسلم کے پسر، عون و محمدؑ ہوئے واری
قاسم کو دلہن بن کے شہادت ہوئی پیاری　　پھر آرتی عباسؑ کی سورج نے اتاری
گر کر بھی علم خاک پہ خورشید نشاں تھا
مولا کے ارادے کی طرح درد جواں تھا

ہم شکلِ نبیؐ تھے گلِ گلزارِ محمدؐ　　رفتار میں گفتار میں آثارِ محمدؐ
تابانیِ رخ مطلعِ انوارِ محمدؐ　　وہ لحن کہ تھا گرمیِ بازارِ محمدؐ
نعمت کی تھی تکمیل یہ تفسیرِ نبیؐ کی
ایک ایک ادا ان کی تھی تصویرِ نبیؐ کی

جس منزلِ دشوار میں رہ جاتے پیمبر　　جس موجۂ گرداب سے تھا نوحؑ کو بھی ڈر
یعقوبؑ و براہیمؑ بھی کھاتے جہاں ٹھوکر　　جو صدمہ ہوا رحمتِ عالم کو بھی دوبھر
اس عہدۂ مشکل سے بھی شبیرؑ بر آئے
نعشِ گلِ رعنا پہ سنبھالے جگر آئے

تاریخ میں بے مثل ہے صبرِ شہِ والا　　عیسیٰؑ نے تنِ تنہا لہو اپنا اچھالا
سقراط نے بھی خود ہی پیا زہر کا پیالا　　شانِ پسرِ فاطمہؑ ہے سب سے دوبالا
ہر کشتے کے ساتھ آپ ہوئے کشتۂ داور
پیتا نہ کوئی جام شہادت کے بہتر

Scanned with CamScanner

www.emarsiya.com

سب کچھ بھی لٹا کر یہ لٹانے کی تھی حسرت — جیسے کہ خداوند سے ہو اب بھی ندامت
یوں دل سے لگا لیتے تھے ایک ایک کی میّت — جیسے کہ ہر اک داغ تھا انعامِ مشیّت
اک لاش اٹھی، دوسری تیار دھری تھی
کٹتی گئی جتنی بھی یہ شاخ اور ہری تھی

کوئی نہ ہو، پر کلمۂ حق ساتھ تھا ہر آن — ایقانِ صداقت سے قوی تھے جگر و جان
دل سرد تھا جینے سے مگر رخ پہ وہی شان — وہ رعبِ نظر تھا کہ لرز جاتا تھا میدان
آواز میں دنیا کے شہیدوں کی تھی آواز
ہر عشق کے نغمے سے ہم آہنگ تھا یہ ساز

اس دشت سے اٹھی تھی جو آوازِ جہاں گیر — اعدا نے کیا اپنے تئیں کشتۂ شمشیر
کب قتل ہوئی ظلم سے سچائی کی تاثیر — پہنا نہیں سکتا کوئی آواز کو زنجیر
شامل اس اک آواز میں آوازِ خدا تھی
ساتھ اس کے ازل اور ابد کی بھی صدا تھی

صدیاں متوجّہ تھیں کہ حق بول رہا ہے — انسان کی قسمت کی گرہ کھول رہا ہے
وہ حق جو خدا کی طرح انمول رہا ہے — پیاسا ہے، مگر کانوں میں رس گھول رہا ہے
ساکت ہے جہاں، عقدہ کشا بول رہا ہے
انسان کے ہونٹوں سے خدا بول رہا ہے

شبیرؑ کی آواز محمدؐ کا تھا پیغام — وہ طرزِ ملامت تھی کہ بے طعنہ و دشنام
وہ لہجہ کہ ہر لفظ تھا اک مصحفِ الہام — وہ نرمی کہ نکہت بھی ہو کم جس سے سبک گام
وہ پھول کی پتی کہ رگِ سنگ بھی کٹ جائے
وہ بارِ لطافت، طبقِ ارض الٹ جائے

فرماتے تھے کس دبدبۂ و جاہ سے سرکار — ہیں ہیچ نظر میں مری فرعونوں کے دربار
جانو ہوسِ مال کو رسوائیِ بازار — سمجھو سپہِ ظلم کو ٹوٹی ہوئی تلوار
یہ سلطنتِ شام تو خاکِ کفِ پا ہے
ہے گردِ قدم، وسعتِ کونین بھی کیا ہے

Scanned with CamScanner

www.emarsiya.com

منظور ہم انسان کی ذلت نہیں کرتے — مومن کبھی ایماں کی تجارت نہیں کرتے
آزاد غلاموں کی اطاعت نہیں کرتے — نیلام شریف اپنی شرافت نہیں کرتے
اے خالقِ کُل! تیری دُہائی ہے دُہائی
زیست اور کرے موت کی چوکھٹ پہ گدائی

انسان سے بیعت کا طلب گار ہو حیواں — مُردے کو ہو دعوائے مسیحائیِ دوراں
بندہ سگِ دنیا کا ہو کعبے کا نگہباں — بوجہل محمدؐ سے اطاعت کا ہو خواہاں
ذرّے کو ہے یہ زعم ہمالا پہ ہے بھاری
قطرے کو ہے یہ وہم کہ دریا پہ ہے بھاری

ہے جھوٹ کی خواہش کہ صداقت کو خریدے — کم ظرف کو ارماں کہ سخاوت کو خریدے
زر کو ہوس ایمان کی دولت کو خریدے — غاصب کو یہ امید دیانت کو خریدے
ہم وہ کہ بکیں گر تو بکے مرضیِ حق بھی
افلاک بھی یک جائیں زمینوں کے طبق بھی

ہم تشنگیِ روحِ تمنائے صداقت — ہم عزمِ سرافرازیِ پروازِ شجاعت
ہم باعثِ تخلیقِ جہاں، خاتمِ نعمت — ہم صاحبِ لولاک کی ہیں زندہ امانت
ہم صاحبِ تطہیر ہیں، ہم رحمتِ عالم
ہم آیتِ تکمیلِ عروجِ بنِ آدم

تم بندۂ ظلمات، خداوندِ سحر ہم — تم ظلم کی تلوار، محبت کی سپر ہم
تم ابنِ زمانہ ہو تو فردا کی خبر ہم — تم جہل کی آواز ہو، عالم کی نظر ہم
ہے خون اُدھر، اشک کی سوغات ادھر ہے
ہے ظلم اُدھر، دل کی مناجات ادھر ہے

تم آج سرافرازوں کے سر چھین رہے ہو — تابندگیِ دیدۂ تر چھین رہے ہو
معصوم دعاؤں سے اثر چھین رہے ہو — تم اہلِ بصارت سے نظر چھین رہے ہو
ہم یورشِ باطل سے اماں دیتے ہیں تم کو
اک دولتِ بیدار و جواں دیتے ہیں تم کو

Scanned with CamScanner

www.emarsiya.com

جاں دے کے ہم انسانوں کو جاں بخش رہے ہیں　　مظلوموں کے اشکوں کو زباں بخش رہے ہیں
ہم لٹ کے تمھیں گنجِ گراں بخش رہے ہیں　　ہمّت ہو تو لو، کون و مکاں بخش رہے ہیں
کل یہ نہیں کہتا کہ زیاں کار رہے تم
ظلماتِ جہالت میں گرفتار رہے تم

حق ساتھ ہو جس کے اسے کچھ بھی نہیں درکار　　تیغ و تبر و تیر تو غاصب کے ہیں ہتھیار
ظلم اپنی لحد آپ کیا کرتا ہے تیّار　　ہم موت میں بھی دیکھتے ہیں فتح کے آثار
ہم آج رہے چپ تو ہے قرآن کا نقصان
سوگند زمانے کی، ہے انسان کا نقصان

ہم رات کو دیں حکم تو سورج نکل آئے　　ہم ماریں جو ٹھوکر، ابھی دریا اُبل آئے
ہم تیغ اٹھا لیں تو تمھاری اجل آئے　　ہم جب بھی کہیں نظمِ جہاں میں خلل آئے
مختار ارادے کے ہیں، مجبور نہیں ہم
تم کیا ہو خدائی سے بھی معذور نہیں ہم

مقصود ہے تم قعرِ ضلالت سے ابھر آؤ　　منظور ہے، کوہِ ہوسِ زر سے اُتر آؤ
مطلوب ہے عزّت تو غلامی سے گزر آؤ　　مرغوب ہے گر جامِ شہادت تو اِدھر آؤ
ہے ذلّتِ جاوید یزیدوں کے حشم میں
تاجِ ابدیت ہے شہیدوں کے قدم میں

ہے کون معینِ دلِ بے چارہ و بے یار　　ہے کون رفیقِ شہِ بے یاور و انصار
ہے کون محمدؐ کی امانت کا نگہدار　　ہے کون بنِ فاطمہؑ زہرا کا مددگار
کیا بولتے پتھر، نہ سماعت نہ زباں تھی
کہنے کو تو لبیک بس اک ننھی سی جاں تھی

اِک دن میں جو شبیرؑ نے صدمات اٹھائے　　اک صدمہ بھی ان میں کا کوئی جھیل نہ پائے
اک نیشِ اَلم بھی جو کسی دل میں در آئے　　اک عمر خلش اس کی رگِ جاں سے نہ جائے
یوں قطعِ رہِ درد کوئی کر نہیں سکتا
زندہ کوئی ہر سانس پہ یوں مر نہیں سکتا

Scanned with CamScanner

www.emarsiya.com

قاسمؑ تھے نہ اکبرؑ تھے، نہ عباسِؑ دلاور — جاں پہلے ہی قربان کیے سوتے تھے صفدر
لیکن شہِ مظلوم کی آواز کو سن کر — اک بار لرز اٹھا تھا ہر اک تنِ بے سر
ہر لاش پکاری کہ نثار آپ پہ ہے جان
سو بار ملے زیست تو سو بار ہوں قربان

فرمایا پلٹ کر سوئے اصحابِ گرامی — تم میں سے ہر اک عشق کے میداں میں ہے نامی
دیتے ہیں تمھیں جھک کے پیمبر بھی سلامی — زیبا ہے شہنشاہوں کو ایسوں کی غلامی
ہوتے ہیں شہیدانِ رہِ حق کے یہی طور
جو تم نے وفا کی ہے، کرے گا کوئی کیا اور

یاں گنجِ شہیداں میں ہوئی لاشوں میں ہلچل — واں سن کے صدا باپ کی اصغرؑ ہوئے بے کل
آمادۂ نصرت ہوئے، کی دیر نہ اک پل — چھوٹے تھے بہت جا نہ سکے خود سوئے مقتل
یوں تڑپے کہ گہوارے سے باہر اچھل آئے
خشک آنکھوں کے صحرا سے بھی آنسو نکل آئے

اہلِ حرمِ پاک میں برپا ہوا کہرام — معلوم یہ ہوتا تھا قیامت کا ہے ہنگام
سجادؑ بھی چونک اٹھے غشی سے بصد آلام — آوازِ فغاں پہنچی جو تا شاہِ خوش انجام
دل دھڑکا کوئی حادثہ خیمے میں ہوا ہے
یا پیاس کی شدت سے کوئی طفل موا ہے

خیمے سے اٹھا شور تو شبیرؑ پلٹ آئے — محرومیِ امت سے غمیں، فرق کو نیوڑھائے
خیمے کے قریب آن کے لب پر یہ سخن لائے — کیا حادثہ گزرا ہے کوئی مجھ کو تو بتلائے
گر یہ تھا گلوگیر، کوئی بول نہ پایا
ہلتا ہوا گہوارۂ اصغرؑ نظر آیا

معلوم ہوا پیاس کی شدت سے ہیں بے ہوش — چھ ماہ کا سن، نے غمِ فردا نہ غمِ دوش
معصوم کا گہوارہ ہے ماں بہنوں کی آغوش — پھر بھی اثرِ خونِ حسینی کا ہے یہ جوش
پیغامِ طلب سنتے ہی یوں چونک پڑے ہیں
گویا کہ علیؑ تیغ بکف رن میں کھڑے ہیں

Scanned with CamScanner

www.emarsiya.com

فرمایا کہ اس ہدیۂ آخر کو بھی لاؤ　　چہرہ علی اصغرؑ کا مجھے لا کے دکھاؤ
پیاس ان کی بجھانی ہے، نئے کپڑے پہناؤ　　جاگے ہیں تو اب لوریاں دے کر نہ سلاؤ
اِس چاند سے چہرے پہ گھٹا چھا نہیں سکتی
بے پانی پیے نیند انھیں آ نہیں سکتی

زینبؑ نے کہا، چاہیے سورج سے حفاظت　　لو تند، ہوا گرم، فضا مصدرِ حدّت
بھوکے بھی ہیں پیاسے بھی ہیں کچھ کچھ ہے حرارت　　مرجھائے نہ اس دھوپ میں یہ چاند سی صورت
آپ اپنی عبا ان کو اڑھا دیجئے بھائی
گھبرائیں تو دامن کی ہوا دیجئے بھائی

اصغر کے لیے روتی ہے رہ رہ کے سکینہؑ　　سمجھائیے اس کو بھی ذرا شاہِ مدینہ
خشک اتنے میں اصغرؑ کا بھی ہو جائے پسینہ　　طوفان قیامت کا ہے، نازک ہے سفینہ
یہ گرم ہواؤں کا ستم سہہ نہ سکیں گے
اس پیاس میں لو دھوپ کا غم سہہ نہ سکیں گے

شبیرؑ تھے ہر ایک سے آنکھ اپنی چرائے　　مقصد تھا کوئی ہدیۂ حق بچنے نہ پائے
پانی کے بہانے سے تھے لینے انھیں آئے　　کیا کہتے کہ اب بچّے سے ماں ہاتھ اٹھائے
انجام جو ہونا تھا وہ سب جان رہے تھے
اصغر کو لیے گود میں چپ چاپ کھڑے تھے

اے کاش کوئی کہتا کہ اے سرورِ عالم　　لے جائیے ان کو نہ خدا کے لیے اس دم
ہیں سنگ دل و سنگ نظر شام کے اظلم　　ان کے لیے اک عمر اٹھائیں گے حرم غم
یہ داغ ہر اک قلب میں تا عمر رہے گا
ہر آنکھ سے ہو ہو کے لہو قلب بہے گا

لے آئے چھپائے ہوئے دامن میں شہِ دیں　　تھا خشک لب و خشک دہن یہ گلِ بے کیں
شش ماہ سزا پائے یہ ہے کون سا آئیں　　قربانیاں اِس شان کی دنیا نے نہ دیکھیں
جس وقت کہ دامن رُخِ زیبا سے ہٹا ہے
تھا سب کو گماں رحل پہ قرآن کھلا ہے

Scanned with CamScanner

www.emarsiya.com

یہ پارۂ قرآں تھا کہ تھی حجتِ آخر — مظلومیتِ آلِ عبا ہو گئی ظاہر
روتا تھا جگر تھام کے ہر خون کا تاجر — کانپ اٹھا تھا اس وار سے ہر جابر و قاہر
عباسؑ کے حملے سے تو بچ جانا تھا آساں
پر ضربتِ اصغرؑ کا نہیں تھا کوئی درماں

منہ پھیر کے رونے لگے دشمن کے سپاہی — وہ نور تھا، شرما گئی خود تیرہ نگاہی
اک لحظے کو لو دینے لگی دل کی سیاہی — دینے لگے قاتل بھی صداقت کی گواہی
اعجاز تھا یہ ساقیِ کوثر کے خلف کا
ذلت کو خیال آ گیا انساں کے شرف کا

بے دست تھے، مجبور تھے بے بس تھے جفا کار — خوشبوئے صداقت سے تھے عاجز رسن و دار
معصومیتِ طفل پہ اٹھتی نہیں تلوار — پیغامِ خموشی کو دباتی نہیں للکار
تھی کس میں یہ جرأت کہ وہ شمشیر پکڑتا
کٹ جاتے تھے دل، تیرِ نظر جس پہ بھی پڑتا

ہاں ایک کماں ایسی تھی، جیسے ہو کڑا دل — جو تیر بھی اس کا تھا، وہ تھا زہر سے قاتل
مر جاتے جو کھاتے بھی ہوا اس کی عنا دل — ہو پاتا دلِ کوہ بھی اُس کے نہ مقابل
اس تیر کو چھ ماہ کے معصوم نے روکا
شبیرؑ کے دل، بچّے کے حلقوم نے روکا

عباسؑ کے صدمے سے خم آیا تھا کمر میں — اکبرؑ کے بچھڑنے سے کمی آئی نظر میں
قاسمؑ کی جواں مرگی کا تھا زخم جگر میں — تھے داغ بھتیجوں کے دلِ خاک بسر میں
ظالم نے جو یہ پیکِ اجل جوڑ کے چھوڑا
قلبِ شہِ مظلوم کو بھی توڑ کے چھوڑا

اک دن میں بڑے صدمۂ جاں کاہ سہے تھے — ہر پیارے کی رخصت کا سماں دیکھ چکے تھے
ہر لاش اٹھا لینے کے لیے آپ گئے تھے — پر آنکھوں کی سوگند کہ آنسو نہ بہے تھے
خاموشیِ اصغرؑ نے وہ روداد سنائی
اس طرح سے دل ٹوٹا کہ آواز نہ آئی

Scanned with CamScanner

www.emarsiya.com

اصغرؑ نے بڑے چاؤ سے دیکھا رخِ شبیرؑ ہو داد طلب جیسے شجاعت کا وہ بے شیر
تھی خون میں ڈوبی ہوی وہ چاند سی تصویر ہونٹوں پہ تبسم کی چمکتی ہوئی تحریر
وہ شوقِ شہادت کہ شہادت کو بھی پیار آئے
پیروں سے نہ چل سکتے تھے گودی میں سوار آئے

شبیرؑ وہیں بیٹھ گئے تھام کے پہلو ہر چند کیا ضبط مگر امڈے تھے آنسو
سلجھانے لگے بیٹے کے الجھے ہوے گیسو سونگھا کیے پیراہنِ خوں بار کی خوشبو
یاں ابنِ محمدؐ پہ قیامت کی گھڑی تھی
دروازے پہ ماں ہاتھوں کو پھیلائے کھڑی تھی

کیا ظلم ہے اس بحرِ سخاوت کا شناور قاتل کو بھی جو دیتا تھا چھلکا ہوا ساغر
اک بوند کا طالب ہو برائے علی اصغرؑ اور تیر کے ہونٹوں سے جواب آئے پلٹ کر
لوٹانے کے وعدے سے انھیں لائے تھے گھر سے
نظریں نہ ملا سکتے تھے اب ماں کی نظر سے

اک گام بھی شہ نے سوئے خیمہ نہ بڑھایا ایسے تھے حیادار کہ پھر منہ نہ دکھایا
میت پہ وہیں دامنِ خوں گشتہ اڑھایا پانی تھا چھڑکنے کے لیے منہ پہ نہ سایا
منہ رکھّے ہوئے منہ پہ کھڑے روتے تھے شبیرؑ
اصغرؑ کا لہو اشکوں سے یوں دھوتے تھے شبیرؑ

معلوم تھا اسوارِ اجل کی تگ و دو میں لاشوں کی بھی حرمت نہیں کرنے کی یہ قومیں
یہ لاش بھی پامال نہ ہو ظلم کی رَو میں گھبرائے تو فرق آئے گا اِس چاند کی ضو میں
یہ سوچ کے شبیرؑ نے خود قبر بنائی
اور صورتِ گل خاک کے پردے میں چھپائی

فرمایا کہ اے روٹھ کے جاتے ہوئے راہی ہے تیری شہادت مری حجّت کی گواہی
غیرت نے تری بوند بھی پانی کی نہ چاہی تو ہار کے جیتا مرے ننھے سے سپاہی
جو قلب ہے صد چاک، وہ گہوارہ ہے تیرا
جو چشم ہے نم، ساغرِ صد پارہ ہے تیرا

Scanned with CamScanner

www.emarsiya.com

اب ماں کی ہے آغوش یہی گوشۂ تربت　　یہ سچ ہے کہ تنہائی میں بڑھ جاتی ہے وحشت
یاد آتی ہے ہر چاہنے والے کی محبت　　راس آئے مرے چاند تجھے قبر کی ظلمت
مادر کے لیے جان کو ہلکان نہ کرنا
تم فاطمہؑ کو رو کے پریشان نہ کرنا

نادم ہوں کفن بھی تمھیں میں دینے نہ پایا　　آغوش سے ماں بہنوں کی بے وجہ چھڑایا
مرتے ہوئے دو بوند بھی پانی نہ پلایا　　اس دھوپ میں مرقد کو میسّر نہیں سایا
نانا سے گلہ میرا نہ تم کیجیو اصغرؑ
پوچھیں جو علیؑ ہونٹوں کو سی لیجیو اصغرؑ

ماں تک جو شہادت کی خبر جائے گی بیٹا　　اس پر تو قیامت ہی گزر جائے گی بیٹا
بن تیرے وہ کس طرح سے گھر جائے گی بیٹا　　ڈرتا ہوں کہ اس غم سے وہ مر جائے گی بیٹا
اک پل تری تصویر نہ آنکھوں سے ہٹے گی
ماں ٹھیرے ہوئے جھولے کے اطراف پھرے گی

ماں سے کوئی کہدے کہ نہ اب آئیں گے اصغرؑ　　اب دودھ کی ضد کرکے نہ تڑپائیں گے اصغرؑ
کپڑے بھی نہ اب ماں سے بدلوائیں گے اصغرؑ　　آرام سے اب قبر میں سو جائیں گے اصغرؑ
روتی رہو تا عمر یہ گوہر نہ ملے گا
صغرا سے تو مل لوگی پر اصغرؑ نہ ملے گا

اصغرؑ کی شہادت ہے شہِ دیں کی شہادت　　یہ فوجِ ستم کے لیے تھی آخری حجّت
کیا اُن سے لڑیں جن میں سماعت نہ بصارت　　جو کھودیں گے چھ ماہ کے بچّے کی بھی تربت
پانی کے لیے بیٹے سے شرمندہ ہیں شبیرؑ
وہ مرگیا، مرنے پہ کمربستہ ہیں شبیرؑ

شبیرؑ کا یہ چاند نہ ظلمت میں چھپے گا　　یہ حق ہے دبانے سے کبھی دب نہ سکے گا
شبیرؑ کے پیغام کو یوں عام کرے گا　　کٹ کر بھی سرِ نیزہ سرافراز رہے گا
باطل کو ہر اک گام پہ جھٹلائیں گے اصغرؑ
حق جب بھی پکارے گا تو کام آئیں گے اصغرؑ

Scanned with CamScanner